اقبال کا تصورِ خودی۔نمایاں شارحین کی نظر میں

بلال شوکت
Bilal Shaukat
M.Phil Scholar, Department of urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

انعم سعید
Anam Saeed
M.Phil Scholar, Department of urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

اُمِ کلثوم
Umm-e-Kalsoom
M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Allama Dr.Muhammad Iqbal's poetry combines a wide variety of thoughts that serves to be the beacon of light for a diverse cross section of society. philosophical thoughts that Iqbal gave, "Khudi" has come to be known as the pride of his philosophy. Khudi, to Iqbal, is inseparable soul and spirit of humanity. Some sources translate "khudi"as ego and other as self."Self" may or may not be an equivalent word but i think this word as more appropriate to refer Khudi. In this article discuss about famous expositor of "Khudi" and Kalam-i-Iqbal.

فلاسفر کے فکر کا ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔جس پر وہ اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھتے ہیں علامہ محمد اقبال کی فکر کا مرکزی نقطہ خودی ہے اور جس سے ان کی مراد نفس یا تعینِ ذات ہے۔فلسفہ و مذہب میں خودی کے کئی مترادفات پائے جاتے ہیں۔مثلاً میں، ذات، نفس، انا، شخصیت، روح، من، خود بینی

اور ایگو وغیرہ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ "خودی" کا آغاز کہاں سے ہوا؟ جب انسان کو شعور ملا تو اس نے غور و فکر کی راہ اپنائی ۔ چند سو سال قبل مسیح، ویدک مذہب کے بانیوں میں سے ایک شخص ''یا جناوا کیہ'' تھا۔(۱) بعض محققین کا خیال یہ بھی تھا بلکہ ایک پورے سلسلے کا نام ہے۔ یا جناوا کیہ نے خودی کے تصور کو مبہم انداز میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

''جب خودی کو پہچان لیا جاتا ہے تو ہر چیز پہچانی جاتی ہے۔۔۔۔''

اس نے خودی کی غیر مرئی نوعیت کو اس طرح سے واضح کیا ہے کہ:

''۔۔۔۔اس کی مثال نمک کی ڈلی کی سی ہے جسے پانی مین ڈبو دیا جائے تو اگرچہ اس کا ہاتھ آنا ناممکن ہے مگر جہاں بھی انگلی ڈبو کر دیکھا جائے پانی نمکین ہوگا۔ اسی طرح سے خودی ہمارے اندر موجود ہے ہم دیکھتے ہوئے یہی نہیں دیکھ سکتے کہ ہمارے اندر کون دیکھ رہا ہے یا سوچتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے اندر کون سوچ رہا ہے یہ خودی ہے جو ہر شے کے اندر موجود ہوتی ہے ۔ یہ ہمارا اندرونی منتظم ہے جو سب کچھ کر رہا ہے۔''(۲)

یا جناوا کیہ سے قبل ممکن ہے کہ خودی کے بارے میں اذکار موجود رہے ہوں لیکن ان کا سراغ نہیں ملتا۔ بے شمار آثار کسی نہ کسی طرح سینہ بہ سینہ یا نسل در نسل مخصوص صورتحال یا ترامیم کے ساتھ کئی ایک نبیوں، رسولوں، رہنماؤں اور فلاسفر کی صورت میں اصلاحی انداز میں سامنے آئے ہیں۔ زمانہ ءقدیم اور مشرق و مغرب کے فلسفیوں نے تصور خودی کو مختلف انداز میں پیش کرنے کی کوشش کیں۔ اور اسے غیر مادی عنصر اور ماورائی تصور ظاہر کیا۔ لیکن اس کے برعکس اقبال کے فلسفہ خودی کو کسی ماورائی یا تخیل پر مبنی قرار نہس دیا بلکہ زندگی کا اصل محرک اثبات خود کو قرار دیا۔

اقبال کا تصورِ خودی

اقبال کی خودی عشق، فقر، جرأت، عرفانِ نفس، حریت، اور خشیتِ الٰہی ہے۔ خودی کا پوشیدہ ہر راز انسان کی اپنی ذات ہے بہت سے دانشور کہتے ہیں کہ اقبال نے فلسفہ خودی مغرب کے فلسفیوں سے لیا ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کیونکہ دوسرے صوفیا کے علاوہ مولانا رومیؒ نے بھی استحکامِ خودی کا درس دیا۔ ڈاکٹر نکلس کے نام خط میں اقبال لکھتے ہیں:

"میرا دعویٰ ہے کہ ''اسرار'' کا فلسفہ مسلمان صوفیا اور حکما کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے اور تو اور وقت کے متعلق برگساں بھی ہمارے صوفیا کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔''(۳)

خود کا تصور اقبال کے فلسفہ حیات کی بنیاد ہے اقبال کے تصورات کا حقیقی ماخذ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ہے۔ قرآن میں خودی کے لئے نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اقبال کے

نزدیک خودی کیلئے نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی محض ذہنی کیفیات کا مجموعہ نہیں بلکہ خودی کو سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ انسان صاحب ادراک اور صاحب نظر ہو۔ کلام اقبال میں امت مسلمہ کے سامنے ایک ایسا مکمل اسلامی ضابطہ حیات پیش کیا جس کی بنیاد اور کلمہ ہے۔

خودی کا سرِ نہاں ، لاالہ الا اللہ
خودی تیغ فساں ، لا الہ الا اللہ
(اقبال :ضرب کلیم)

اس فکر کا سرچشمہ یہی لا الہ الا اللہ کا تصور ہے جو انفرادی اور اجتماعی کا پاسبان بھی ہے اور رہنما بھی:

خودی کیا ہے ؟ رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے ؟ بیداری کائنات
(اقبال : بال جبریل)

اقبال کے نزدیک زندگی کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی ذات کی تلاش کیلئے جستجو کرے کیونکہ یہی اس کی ترقی کا راز ہے یہ خودی ہی ہے جو انسان کی ان صلاحیتوں کو آشکار کرتی ہے جس سے زندگی اور زندہ دلی کے ان گنت جوہر اُبلتے ہیں:

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
(اقبال :بال جبریل)

خودی خود بینی، جہاں بینی اور خدا بینی ہے خودی انسان طاقت کا راز، مرغِ تخیل کی پرواز اور دل کی آواز ہے۔ اقبال کی فکر انسانیت کے ہر شعبے پر حاوی ہے اقبال کے اس نظامِ فکر اور حکیمانہ تعلیمات کا سرچشمہ ''خودی ہے'' ان کا یہی زندگی افروز پیغام تھا جو دلوں میں اتر کر خون کے ساتھ گردش کرنے لگا۔

نمایاں شارحین

یوسف سلیم چشتی کی نظر میں:

یوسف سلیم چشتی کا شمار ''مثنوی اسرار خودی'' کے اولین شارحین میں ہوتا ہے۔ شرح کے دیباچے میں چشتی صاحب نے مثنوی اسرار خودی لکھنے کی وجوہات کا بھی ذکر کیا۔ انھوں نے شرح دیباچے میں یہ بات لکھی ہے کہ اکثر اصحاب سے یہ کہتے سنا ہے کہ اقبال کا مطالعہ کیا مگر خودی کا مطلب سمجھ نہیں آیا۔ اس کے جواب میں چشتی صاحب کا کہنا ہے کہ اگر وہ لوگ اس دیباچے کا پہلا جملہ ہی سمجھ کہ پڑھ لیں تو انہیں خودی کا مطلب بآسانی معلوم ہوجائے۔ مثنوی میں تمہید کے آغاز میں بیان ہے کہ نظام

ِعالم کی اصل' خودی سے ہے یعنی حیات کا تسلسل خودی کے استحکام پر منحصر ہے انسان کے مرکز حیات کو خودی سے تعبیر کیا جاتا ہے:

''غالباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ میں نے ایک دن حضرت علامہ سے دریافت کیا کہ آپ کے فلسفہ خودی کی قرآنی بنیاد کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ۱۹۱۱ء جب میں نے قرآن کی اس آیت میں تدبر کیا۔ ترجمہ: (اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو،تم پر لازم ہے کہ فکر اپنی جان کا۔ اگر تم راہ راست پر ہو تو جو شخص گمراہ ہے وہ تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا) تو یہ حقیقت مجھ پر آشکار ہو گئی کہ ہر مسلمان پر اپنی خودی کا استحکام فرض ہے۔ پس اس آیت کو اپنے فلسفہءخودی کا سنگِ بنیاد بنایا۔''(۴)

خودی ایک پر اسرار شے ہے اور اپنی حقیقت کے رو سے مضر ہے یعنی اس کی ماہیت کا علم نہیں ہے خودی اگر چہ ایک مخلوق ہے لیکن عمل کی بدولت لازوال (غیر فانی) ہو سکتی ہے اور خودی میں ترقی غیر محدود صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔قرآن حکیم سے ماخوذ آیات سے اس کی وضاحت ملتی ہے:

''ترجمہ: (آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ روح (خودی) میرے رب کے حکم سے موجود ہوتی ہے، اور تم لوگوں کو حقائق اشیاء کا بہت کم علم دیا گیا ہے (بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۵) اس آیت سے ثابت ہوا کہ خودی کی ماہیت عقل کی دسترس سے بالاتر ہے۔''(۵)

چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ خودی ہمارے جسم میں شرارِ زندگی کا حکم رکھتی ہے یعنی ہم اس کی بدولت زندہ ہیں۔ اقبال مسلمانوں کو خودی کی حفاظت کا درس دیتے ہیں کہ اس معاملے میں غفلت نہ کرنا ۔اقبال کا سارا فلسفہ یا پیغام اسرار خودی سے لے کر ارمغان حجاز تک ہر تصنیف میں خودی کے نکتہ کو مختلف طریقوں سے واضح کیا۔امر اس بات پر زور دیا کہ اگر مسلمان راز حیات سے آگاہ ہو جائے گا تو خودی کی معرفت حاصل کر لے گا۔

غلام رسول مہر کی نظر میں

غلام رسول باوقار علمی اور ادبی شخصیت کے حاصل تھے ایک ہی وقت میں وہ ادیب بھی تھے صحافی، مورخ، سوانح نگار بھی تھے اور سفر نامہ نگار و تذکرہ نگار بھی، سیاست دان بھی محقق و مفکر بھی تھے۔ مہر صاحب اسلامیہ کالج کے زمانے سے اقبال کے کلام کے آشنا تھے۔ آپ حضرت اقبال سے بہت متاثر تھے۔آپ نے محافل اقبال میں فلسفہ، شاعری، تاریخ اور سیاسی موضوعات سے استفادہ کیا۔

غلام رسول مہر کی مطالب اسرار رموز کا زمانہ تحریر ۱۹۴۰ء بتایا جاتا ہے انہوں نے واضح کیا کہ خودی کیا ہے ۔ اس کی کیفیت مختلف صورتوں میں بیان کی تخلیق و تکمیل اور خودی کے استحکام کی

وضاحت کی ہے خودی ضعیف ہوگی تو اس کی شکل کیا ہوتی ہے اور مستحکم ہو تو کون سی شکل اختیار کرتی ہے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے:

> "زندگی کا وجود خودی کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے جو کچھ تجھے نظر آرہا ہے یہ سب خودی کے رازوں کا کرشمہ ہے۔سینکڑوں جہاں خودی کی ذات میں چھپے ہوئے ہیں۔''(۶)

مہر صاحب کے مطابق خودی کو عمل کی غرض سے مختلف روپ دھارنے پڑتے ہیں وہ اُٹھتی ہے لڑتی ہے چمکتی ہے بھاگتی ہے جلتی ہے روشن کرتی ہے مارتی ہے جاگتی ہے۔ یہ سب مختلف روپ ہیں جو خودی عمل کی غرض سے دھارتی ہے۔خودی زندگی کی ندی سے بے کراں سمندر پیدا کر لیتی ہے۔بس ہماری زندگی دیکھنے کا شوق پیدا ہو لیکن اسے دیکھنے کے لئے خاص آنکھوں کا ہونا ضروری ہے۔

غلام احمد پرویز کی نظر میں

علامہ پرویز اقبال کے قریبی رفقا میں ایک ہیں۔انہوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنے جذبات وفکر کو مذہبی، علمی، اصلاحی اور منطقی انداز میں پیش کیا۔علمی کارناموں کے علاوہ تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا:

> ''۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں علامہ اقبالؒ کے ایما پر حضرت قائداعظمؒ نے اپنے قیام شملہ کے دوران علامہ پرویز کو بلا کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحبان تحریک پاکستان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس کی مدافعت کے محاذ کو میں سپرد کرنا چاہتا ہوں چنانچہ حضرت قائداعظم کی ہدایت پر وہ تمام ضروری اقدامات کئے گئے۔''(۷)

پرویز صاحب نے اقبال کے فلسفہ خودی مؤثر انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ان کے نزدیک انسان کے جسم کی مشینری طبعی قوانین کے مطابق چل رہی ہے جب ان قوانین کی رو سے موت آجاتی ہے تو انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ تصور غلط ہے۔انسان صرف جسم کا نام نہیں جو طبعی موت کے ساتھ ختم ہو جائے۔اس میں جسم کے علاوہ کچھ اور بھی ہے جو موت کے ساتھ فنا نہیں ہوتا۔قرآن نے زندگی کا جو نظام تجویز کیا ہے اس میں یہ شے نشوونما حاصل کرتی ہے اور مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے اسی کا نام انسانی ذات، شخصیت، نفس، انا یا خودی ہے۔اقبال کے نزدیک حیوان اور انسان میں فرق یہ ہے کہ حیوان کسی شے کی تخلیق نہیں کر سکتا (وہ صرف بذریعہ تولید افزائش نسل کر سکتا ہے) اور انسان میں قوت تخلیق بھی ہے۔وہ اپنے تخلیقی کارناموں سے خالق کائنات کے حسن میں اضافے کرتا ہے۔لیکن یہ تخلیق خودی کی بیداری سے ہو سکتی ہے۔فکر اقبال کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تمام عالم خودی ہی کے غور کا مظہر ہے خودی زندگی ہے لیکن یہ مشہور اس وقت ہو سکتی ہے جب یہ اپنے آپ کو مقید کرتی ہے

۔ پرویز صاحب فلسفیانہ انداز میں واضح کرتے ہیں:

''انسان میں مرکزِ حیات "انا" شخصی یا خودی ہے (شخصیت اطناب کی حالت ہے)اور اس کا تسلسل اس حالت کے قیام سے وابستہ ہے اگر اطناب (Tension) کی حالت قائم نہ رہے تو استرخا (Relaxation) پیدا ہو جاتا ہے چونکہ خودی (شخصیت) یا حالتِ اطناب انسان کی سب سے گراں قدر کامیابی ہے لہذا اس کو خبر دار رہنا چاہیے کہ پھر استرخا کی کیفیت اس پر طاری نہ ہو جائے۔''(۸)

پرویز صاحب نے اقبال سے اپنی محبت کو علمی و عملی لحاظ سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انھیں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مخالفین کا سامنا رہا لیکن انہوں نے اس مخالفت سے بے پروا ہو کر اپنے مشن کا جاری رکھا۔

خواجہ حمید یزدانی کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی ماہر فارسیات ہیں۔ اقبال کے فارسی کلام سے اپنی بے پناہ محبت رکھتے ہیں یزدانی صاحب نے نظام کائنات کی اصل بنیاد خودی کے حوالے سے اقبال کے کلام کی ترجمانی کی ہے کہ زندگی کے تسلسل کا انحصار خودی کے استحکام پر ہے۔ انھوں نے واضح کیا تو جو کچھ یہاں دیکھ رہا ہے اس کا رشتہ خودی کے اسرار/حقیقتوں سے ہے۔ خودی کا خود کو ظاہر کرنا یہ ہے کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے میں اپنا اظہار کر رہی ہے تا کہ اس کی شناخت ہو سکے:

"خودی ایک خاموش موت ہے اور کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے وہ بے قرار رہتی ہے۔ وہ عمل کے سبب عمل کے لیے وجوہات کی پابند ہے مراد یہ کہ وہ خاموشی سے برسرِ عمل رہتی ہے۔ قرانی تلمیح کے مطابق'' ''(وہ ذات ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی ہے(سورہ الرحمن۔ آیت ۲۹)''(۹)

یزدانی صاحب کے نزدیک خودی اپنی مخفی قوتوں اور صلاحیتوں کا نام ہے۔ لیکن اطاعت الٰہی اور ضبط نفس نہ ہو تو اسکا حصول ممکن نہیں۔ بس انسان کو چاہیے کہ وہ جمود کا شکار نہ ہو۔

سید اصغر علی جعفری کی نظر میں

سید اصغر علی شاہ پچاسیوں ادبی و تاریخی تصانیف کے خالق ہیں ترجمہ نویسی کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تحاریر سادہ اور عام فہم ہیں اپنی شرح (اسرار خودی) میں علامہ کے خیالات و تصورات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پیش لفظ میں ان کے کلام کی عظمت، اہمیت پر روشنی ڈالی:

''علامہ اقبال کا کلام اس قدر ہمہ گیر نوعیت کا حامل ہے کہ اس کے مطالعے سے

محض زندگی کے کسی مخصوص طبقے ہی کو افادیت میسر نہیں آتی بلکہ کائنات میں بسنے والے ہر فرد کے لیے اس کے مقام کا آگہی کا درس ہے۔''(۱۰)

جعفری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ نے خودی کی کیفیت مختلف صورتوں میں بیان کرنے کے بعد اس امر پر زور دیا ہے کہ اس کا استحکام ضروری ہے صرف خود آشنا و خدا آشنا ہونا ضروری نہیں بلکہ استحکام خودی لازم ہے اور کائنات کا سارے کے سارا نظام استحکام خودی کے باعث چل رہا ہے اقبال کے مطابق خودی عشق اور محبت سے مضبوط ہوتی ہے عشق دنیا میں فانی چیز ہے۔ خودی کے بغیر عشق کا ہونا ناممکن ہے:

''عشق و محبت سے جب خودی مستحکم ہو جاتی ہے تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ فرماں روائے عالم بن جاتا ہے۔ خودی اس وقت طاقت ور ہو سکتی ہے جس وقت اس میں عشق و محبت کے عناصر شامل کئے جاتے ہیں جب صحیح میں خودی کو عشق و محبت کی اعانت حاصل ہو تو وہ اس قدر مضبوط ہو جائے گی کہ پورے جہاں پر حکمرانی کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ دنیا کی بڑی طاقت اس کے اقتدار سے باہر نہیں رہ سکتی۔''(۱۱)

دراصل تصور خودی توحید پر مبنی ہے اور انسان کو خدائی صفات جذب کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ انسان کو علم و حکمت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ اقبال کے شارحین نے فلسفہ خودی کی تشریح و تفہیم میں اپنا کردار ادا کیا یہاں ایک بات بہت ضروری ہے کہ سارح اقبال، معلوم اور مسلم علمی حقائق سے پوری طرح واقف ہو۔ یعنی اس کی نگاہ فلسفہ، مذہب اور سائنس کی پوری وسعتوں پر ہو۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ یا جاوا کیہ، شخص یا سلسلہ کا نام ہے۔ کے حوالے سے جو خودی کے تصور کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ریحان اصغر کی کتاب خودی: ایک نفسیاتی جائزہ کے ابتدائیہ میں موجود ہے۔

۲۔ ریحان اصغر نیر، خودی (ایک نفسیاتی جائزہ)، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۳ئ، ص:

۳۔ ثاقب رزمی، اقبال کی انقلابیت، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۰ئ، ص: ۲۳

۴۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح اسرارِ خودی، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، س ن، ص: ۱۳۷

۵۔ ایضاً، ص: ۱۴۱۔ اس کی تفسیر میں ملک احسان الحق نے ''بیان الفرقان'' کے ص نمبر ۳۶۳ میں لکھا ہے کہ روح کا معنی وہ جوہر ہے جو انسان کے عقل و شعور کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے روح عقل و شعور کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن کو بھی روح کہا گیا ہے اور قرآن لانے والے فرشتے کو بھی روح کہا گیا ہے کیونکہ ان کا عقل و شعور سے ہی تعلق ہے۔

۶۔ غلام رسول مہر، مولانا، مطالب اسرار و رموز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، س ن،

ص: ۲۴

۷۔ مطبوعہ: شعبہ تحریک پاکستان محکمہ اطلاعات وثقافت، حکومت پنجاب، تحریک پاکستان گولڈ میڈل (اعزاز یافتگان وتعارف خدمات) لاہور: النور پرنٹرز و پبلشرز، ایڈیشن، اگست ۱۹۹۰ئ، ص: ۳۳

۸۔ پرویز، مجلسِ اقبال، لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۹۶ئ، ص: ۲

۹۔ حمید یزدانی، خواجہ، ڈاکٹر، شرح اسرار ورموز، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ئ، ص: ۳

۱۰۔ اختر النساء، ڈاکٹر، شروحِ کلامِ اقبال (تحقیقی وتنقیدی مطالعہ)، لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۵ئ، ص: ۳۳

۱۱۔ اصغر علی جعفری، سید، شرح اسرار خودی، لاہور: نیوز بک پیلس، س ن، ص: ۴۴

☆......☆......☆